مہاجروں سے انصاروں کا حسن سلوک

تحریر: سہیل احمد لون۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جلاوطن

ایم کیوایم نے لاہور میں استحکام پاکستان کے نام سے جلسہ کرکہ یہ ثابت کردیا ہے کہ ان کا دائرہ اثر اب پنجاب تک آ پہنچا ہے۔الطاف حسین کومبارک باد وصول کرنے سے پہلے تو زندہ دلان لاہور اور صوبائی و وفاقی حکومت کا شکریہ ادا کرنا چاہئے جن کی معاونت سے یہ جلسہ منعقد ہوا۔سیکیورٹی انتظامات ،میڈیا کوریج اور نظم وضبط سب میں حکومتی ساتھ شامل رہا اور کسی نے رنگ میں بھنگ ڈالنے کی کوشش نہیں کی۔کیا ایم کیوایم یہ قرض اتار سکے گی؟ کراچی سمیت سندھ کے دوسرے شہروں میں مولانا صاحب اور عمران خان کو تو اس کی اجازت نہ دی گئی۔12 مئی کو چیف جسٹس آف پاکستان افتخار محمد چوھدری کی آمد پر خونریزی کی گئی مگر اب تو حق پرستوں کا یہ حق ہے کہ وہ کراچی اور سندھ کے علاقوں میں اپنے حریفوں کو خود جلسہ عام کرنے کی دعوت دیں اور حسن سلوک میں خود کو مہاجر کی بجائے انصار ثابت کرکہ دکھائیں۔جہاں تک ووٹ پڑنے کا تعلق ہے تو اس میں ہماری عوام بڑی مستقل مزاج ہے اور ہمیشہ آزمائے کو ہی بار بار آزماتی ہے۔اس فارمولے پر فرزندان و دختران ملت روز اول سے کاربند ہیں۔ چور ہو یا ڈاکو , لٹیرا ہو یا رسہ گیر, جاہل ہو یا جعلساز, غدار ہو یا بدمعاش اس سے ان ورثرصاحبان کا کوئی تعلق نہیں۔بس اپنا کام چلنا چاہیے بندہ وہ ہو جو کل کو کام تو آئے، بھلا یہ کردار اور سوچ میں کیا رکھا ہے؟ انسان تو غلطی کا پتلا ہے اور ہم میں اور کوئی مثبت صفت ہو نہ ہو مگر معاف کرنے کی بلکہ پہ در پہ معاف کرنے کی صفتِ الہیہ سب میں بدرجہ اتم موجود ہے۔جب ہم درگزر اور معافی کی صفت کا کبھی بھی ختم نہ ہونے والا ذخیرہ رکھتے ہیں تو پھر ایم کیوایم کو کیا خطرہ ہوسکتا ہے؟ جس کے پاس حوصلہ اور ورکرز ہیں کراچی اور سندھ کے دیگر علاقوں میں جلسہ کرے۔ایم کیوایم کے ووٹ تو پکے بلکہ بہت ہی پلکے

ہیں.....!

ہنسوں کا ایک جوڑا پیار کی باتیں کرتا محو پرواز تھا کہ اچانک اُن کی نظر نیچے ایک گاؤں پر پڑی۔ جسے افسردگی، بھوک ،افلاس اور مردگی نے کسی ماں کی طرح آغوش میں لیا ہوا تھا۔ ہریالی نام کی کوئی شے ڈھونڈے سے نظر نہ آرہی تھی۔ ہر طرف نحوست ہی نحوست چھائی تھی۔ اتنے میں ان کی نظر ایک سوکھے درخت کی شاخ پر بیٹھے الو پر پڑی۔ اس کو دیکھ کر ہنس نے اپنی مادہ سے کہا: ہو نہ ہو اس گاؤں میں اس نحوست کا ذمہ دار یہ الو ہی ہوسکتا ہے جس کی نحوست سے سارہ گاؤں آسیب زدہ دکھائی دے رہا ہے۔ الو میاں نے ان کی بات سنتے ہی کہا: مجھ سے اس کا جواب بھی لیتے جاؤ۔ ہنسوں کا جوڑا ابھی اس کے ساتھ سوکھی شاخ پر آ کر بیٹھا ہی تھا کہ الو میاں نے جھٹ سے ہنس کی مادہ کو دبوچ لیا اور اس کو کہا کہ یہ تو میری مادہ ہے تم اب بھاگ جاؤ۔ ہنس نے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے.....تم الو اور یہ ہنسنی.....! الو میاں نے کہا چلو اس کا فیصلہ ابھی کروا لیتے ہیں۔ الو میاں نے سب گاؤں والوں کو اکٹھا کر کیا اور لگا پوچھنے کہ آپ گاؤں کے معزز لوگ ہیں بتائیں یہ مادہ کس کی ہے؟ سب کو صاف نظر آرہا تھا کہ الو میاں جھوٹا اور ہنس سچا.....! مگر انہوں نے سوچا کہ ہنس تو باہر سے آیا ہے۔ الو میاں چاہے غلط ہی سہی مگر ہے تو اپنے گاؤں کا۔ اگر حق کا ساتھ دیا تو ہنس کو فائدہ ہوگا۔ بھلا اس کے فائدے سے ہمیں کیا فائدہ؟ الو چاہے جھوٹا ہی سہی مگر اپنے گاؤں کا تو ہے کل کو ہمارے کسی کام تو آ سکتا ہے۔ یہ سوچ کر سب گاؤں والوں نے ووٹ الو میاں کے حق میں دیا اور چلے گئے۔

ہنس بیچارہ آبدیدہ ہوگیا۔ یہ دیکھ کر الو میاں نے ہنستے ہوئے اسکی مادہ کو کہا کہ اب پتہ چل گیا ہوگا کہ اس گاؤں میں یہ آفت میری وجہ سے نہیں آئی بلکہ ان لوگوں کے اپنے اعمال کی وجہ سے ہے۔ جو حق کا ساتھ دینے کی جرات نہیں کرتے۔ یہ لو اپنی مادہ اور آئندہ کبھی اس طرف نہ آنا۔

بس ہمارے دیس کا حال بھی ان گاؤں والوں کی طرح ہے۔ جن کو معلوم ہے کہ کون صحیح اور کون

غلط.....! مگر پھر بھی حق کا ساتھ نہیں دیتے۔ اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وزیر اعظم گیلانی صاحب کہہ دیتے ہیں کہ سیاستدانوں کو عوام منتخب کرتے ہیں ان کو کسی سے سرٹیفکیٹ لینے کی ضرورت نہیں.....! تو بجا فرماتے ہیں جناب وزیر اعظم .....! ان کو لانے والے ہم ہی تو ہیں۔ سو ہمیں الومیاں کو قصوروار نہیں ٹھہرانا چاہیے کہ یہ سب ہمارے اپنے عمل کا نتیجہ ہے۔

ایم کیو ایم نے تو استحکام پاکستان کا لاہور میں جلسہ کر کہ یہاں کی قیادت کو خبردار کر دیا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اب کی بار الومیاں کو منہ کی کھانی پڑے۔ وہ صرف اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے جب عوام کا ضمیر بیدار ہو اور ووٹ دیتے وقت ضمیر کی آواز سنیں۔ کسی الومیاں یا الو کے پٹھے کو اس لیے ووٹ نہ دیں کہ وہ اپنا ہے اور کل کو کسی کام آئیگا۔ ایم کیو ایم کی اچھی بات یہ ہے کہ ان کے پاس اکثریت اصلی ڈگری والے تعلیم یافتہ سیاسی رہنماؤں کی ہے۔ جن کا تعلق متوسط گھرانوں سے ہے۔ سب بہت منظّم اور اپنے قائد کی اک آواز پر کان کھول کر اور آنکھیں بند کر کہ لبیک کہتے ہیں۔ یہی نہیں اطاعت میں تو جذبہ یہ ہے کہ اگر کوئی آن ائیر بھی ان کے قائد کو کچھ کہہ دے تو یہ ٹی وی پر ہی اس کو جان سے مار دینے کی دھمکی دینے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ خود کو پچاس سال تک پاکستان میں رہ کر اپنے آپ کو مہاجر کہنے اور لسانیت کی بنا پر پارٹی بنانے والے جب لاہور آئے تو اہلیانِ لاہور نے ان سے انصاروں والا برتاؤ کیا ہے مگر کیا کراچی اور سندھ کے علاقوں میں عمران خان نیازی، مولانا صاحب اور افتخار محمد چوھدری مہاجر بن کر بھی داخل ہوں تو یہ کچھ دیر کے لیے انصار نہیں بن سکتے؟

دیر آئے درست آئے ان کو یہ احساس تو ہو گیا کہ مہاجر کا نعرہ لگا کر وہ اپنے عام کو خاص علاقے اور طبقے تک محدود کر رہے تھے۔ لہذا کل کی مہاجر قومی موومنٹ نے آج کی متحدہ قومی موومنٹ بنکر لاہور میں بھی اپنے منشور کا اعلان کر دیا ہے۔ کراچی کا نقشہ تو ایم کیو ایم نے خوب بدلہ.....مگر متحدہ سے ایک درخواست ضرور ہے کہ پہلے کراچی کو متحد کر لیں جہاں لسانیت کی بنیاد پر ٹارگٹ کلنگ کا اک لامتناہی

سلسلہ قابو میں ہی نہیں آ رہا۔ جیسے خود پنجاب کے دارالحکومت لاہور میں جلسہ کیا خواہ کتنے ہی افراد کو کراچی اور حیدر آباد سے امپورٹ کرنا پڑا۔۔ بلاشبہ ایم کیو ایم کا ہمیشہ سے ہی دہشت گردی,
جاگیردارانہ نظام اور اقلیتوں کے مساوی حقوق کا موقف بڑا واضح رہا ہے۔ ان میں موروثی سیاست کے جراثیم بھی نہیں۔ قائد تحریک سمیت بہت سے رہنما اس پارٹی میں ایسے موجود ہیں جو 70 گز کے پلاٹ میں رہ کر جوان ہوئے اور ہنڈا 50 یا منی بس میں بیٹھ کر کالج اور یونیورسٹی جاتے رہے ہیں۔ گلی محلوں کی سیاست سے ہو کر اوپر تک آئے ہیں۔ لہذا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ عوامی لوگ ہیں اور عام لوگوں کے مسائل کو بخوبی سمجھتے ہیں۔ مگر ضرورت اس بات کی ہے کہ اپنے رویے میں نرمی ,عاجزی اور انکساری لائیں۔ ملکی مفادات کی خاطر جارحانہ اندازِ سیاست اور بندوق کی زبان میں مکالمہ ختم کرنا ہو گا۔ اور سب سے اہم بات کہ اپنے حریفوں کو بھی کھلے دل سے برداشت کرنے کا مادہ پیدا کریں کیونکہ اتحاد کبھی بھی برداشت کے بغیر ممکن نہیں ہوسکتا۔